(۴۲)

(۱) مسجد اقصیٰ کی توسیع میں حصہ لے کر ہر احمدی دائمی ثواب حاصل کر سکتا ہے
(۲) جلسہ سالانہ کے لئے تشریف لانے والے احباب سے خطاب

(فرمودہ ۲۳؍ دسمبر ۱۹۳۸ء)

تشہّد ،تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

’’سابق دستور کے مطابق آج کا جمعہ مسجد نور میں ہونا چاہئے تھا کیونکہ اس کے ارد گرد میدان زیادہ ہے اور صفیں دور تک پھیلائی جا سکتیں ہیں لیکن مسجد نور میں آج لاؤڈ سپیکر کا انتظام نہیں تھا۔ اس لئے میں نے دونوں امور میں موازنہ کر کے یہی مناسب سمجھا کہ جمعہ اسی جگہ (مسجد اقصیٰ میں) ہو۔ کیونکہ جگہ کے متعلق شریعت کا حکم موجود ہے کہ تنگ ہونے کی صورت میں لوگ ایک دوسرے کی پیٹھوں پر سجدہ کر سکتے ہیں لیکن خطبہ کی آواز نہ پہنچنے کا دوسرا کوئی قائم مقام نہیں۔ مگر میں سمجھتا ہوں اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی ایک حکمت تھی ۔ اس مسجد میں جو نیا تغیّر ہوا ہے اسے دیکھنے اور عملی طور پر دیکھنے کا موقع دوستوں کو مل گیا۔ اگر یہ تغیّر نہ ہوتا تو آج اس میں اتنے لوگ

سما نہ سکتے۔ قریب قریب بیٹھ کر بھی نہ سما سکتے۔ دوستوں نے دیکھا ہوگا کہ مسجد کا ایک حصہ نامکمل پڑا ہے۔ جب اس کے متعلق میں نے سوال کیا کہ کیوں نامکمل ہے تو اس کا جواب مجھے یہ دیا گیا کہ اس کے لئے روپیہ نہیں تھا۔ جو چندہ جمع ہؤا تھا وہ ختم ہوگیا اور چونکہ مزید گنجائش نہ تھی اس لئے باقی حصہ نامکمل رہ گیا۔

میں سمجھتا ہوں کہ مسجد نور میں لاؤڈ سپیکر کا آج نہ لگنا اس لحاظ سے مفید ہوگیا کہ دوستوں کو اس جگہ آنے اور جگہ میں دقّت کو محسوس کرنے کا موقع مل گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہماری جماعت جس سُرعت کے ساتھ پھیل رہی ہے اسے مدنظر رکھتے ہوئے اس مسجد کو ابھی بہت زیادہ پھیلنے کی ضرورت ہے۔ جلسہ کے ایام کے سوا بھی جمعہ کے دن بہت سے مہمان باہر سے آجاتے ہیں اردگرد کے دیہات سے تو دوست کثرت سے آتے ہیں۔ پھر قادیان کی آبادی بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے روز بروز بڑھتی جارہی ہے جس کا نتیجہ یہ ہؤا ہے کہ نماز پڑھا کر جب میں باہر جاتا ہوں تو دیکھتا ہوں کہ لوگ دور دور تک گلیوں میں کھڑے نماز پڑھ رہے ہوتے ہیں۔ گلیوں میں نماز پڑھنا مناسب نہیں اس لحاظ سے بھی کہ مسافروں کو تکلیف ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے بھی کہ یہ بات نماز کے آداب کے خلاف ہے اور اسی دقّت کو دیکھتے ہوئے حال میں مسجد بڑھائی گئی ہے مگر میں نے دیکھا ہے کہ اب بھی لوگ گلیوں میں نماز پڑھ رہے ہوتے ہیں اور اس لئے ابھی ضرورت ہے کہ اس مسجد کو اور زیادہ بڑھایا جائے لیکن بعض لوگ کہتے ہیں کہ اب اس کے اور بڑھانے کی بظاہر کوئی صورت نہیں کیونکہ دائیں بائیں روکیں ہیں لیکن انہیں یاد رکھنا چاہئے کہ بلند حوصلہ لوگ ایسی باتیں نہیں کرتے اور مومن کا ایمان تو بہت ہی بڑا ہوتا ہے۔

انگریزی زبان میں ایک ضرب المثل ہے جس کے معنے یہ ہیں کہ جہاں ارادہ پیدا ہو جائے وہاں رستہ بھی نکل آیا کرتا ہے تو جب کسی بات کا ارادہ کرلیا جائے تو اس کے لئے آپ ہی آپ رستہ بھی نکل آیا کرتا ہے۔ جب یہ مکان لیا گیا ہے جس میں اب صدر انجمن کے دفاتر ہیں تو میں نے یہی کہا تھا کہ یہاں دفاتر تو عارضی ہیں کسی وقت یہ مکان بھی مسجد کے کام آجائے گا۔ اس کے ساتھ ہی ایک اور مکان بھی ہے جس میں پہلے ڈاکخانہ تھا وہ بھی مسجد کے کام آ سکتا ہے اور میں سمجھتا ہوں اگر ارادہ کرلیا جائے تو اس مسجد کے چاروں طرف بڑھنے کا موقع اللہ تعالیٰ کے

فضل سے ابھی موجود ہے۔اب بھی میں سمجھتا ہوں ہندوستان کے بہت بڑے بڑے شہروں مثلاً لاہور، دہلی ،حیدر آباد اور لکھنؤ وغیرہ کو چھوڑ کر جن کی آبادی تین تین چار چار لاکھ اور بعض صورتوں میں دس دس اور پندرہ پندرہ لاکھ ہے، جو چھوٹے شہر ہیں اور جو قادیان سے دس دس بلکہ بیس بیس گنا بڑے ہیں، ان کی جامع مسجدیں ہماری اس مسجد کا مقابلہ نہیں کرسکتیں۔نمازیوں کے لحاظ سے تو وہ بالکل ہی مقابلہ نہیں کرسکتیں۔ کیونکہ وہ تو نمازیوں سے بالکل خالی ہوتی ہیں۔

۱۹۲۴ء میں جب میں ولایت گیا تو رستہ میں قاہرہ کی مسجد دیکھنے کا اتفاق ہؤا۔ غالباً ظہر یا عصر کی نماز کا وقت تھا اور میں نے دیکھا کہ ایک کونے کی محراب میں ایک شخص نماز پڑھا رہا تھا اور پیچھے چار پانچ آدمی کھڑے تھے اور کونے کے محراب میں نماز پڑھنے کی وجہ انہوں نے یہ بتائی کہ شرم آتی ہے کہ اتنی بڑی مسجد میں چار پانچ آدمی کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔ وہ مسجد بنانے والے نے تو اتنی شاندار بنائی کہ اسے دیکھ کر پرانے زمانہ کے لوگوں کی عظمت یاد آجاتی ہے اور کچھ عرصہ تک ممکن ہے اس میں رونق بھی رہتی رہی ہو۔مگر موجودہ نسلوں نے نماز کی طرف سے اپنی توجہ ہٹالی ہے اور اس کی پابندی کو بالکل بھلا دیا ہے لیکن ہماری جماعت میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے نماز کی پابندی زیادہ ہے گو وہ معیار تو نہیں جو میں دیکھنا چاہتا ہوں ۔یعنی یہ کہ جماعت میں کوئی ایک بھی سست نہ رہے اور ابھی ہماری جماعت میں ایسے لوگ بھی ہیں جو موقع بے موقع نماز کا ناغہ کرنے کے عادی ہیں حالانکہ جہاں تک میں نے اسلام کا مطالعہ کیا اور قرآن کریم پر غور کیا ہے۔اگر کوئی شخص دس سال باقاعدہ نمازیں پڑھتا اور صرف ایک نماز بھی جان بوجھ کر چھوڑ دیتا ہے تو وہ ایماندار نہیں بلکہ جو کچھ میں نے قرآن کریم سے سمجھا ہے وہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ساری عمر میں ایک بھی نماز عمداً چھوڑتا ہے تو وہ مسلمان نہیں۔

ہاں بعض دفعہ بے ہوشی کی حالت میں چھوٹ جائے تو اور بات ہے یا بعض دفعہ سوتے ہوئے دیر ہو جائے تو اس کے لئے شریعت کا یہ حکم ہے کہ جس وقت جاگ آجائے اسی وقت پڑھ لے اور اس طرح اگر دیر سے اٹھ کر بھی کسی نے نماز ادا کر لی تو اس کی نماز ہوگئی اور اس کا وقت وہی تھا جب وہ بیدار ہؤا۔ یا جب اسے ہوش آئی۔مگر جو شخص جان بوجھ کر نماز چھوڑتا ہے اس علم کے باوجود کہ نماز کا وقت ہے مگر وہ سمجھتا ہے کہ ابھی میں دوسرا کام کر رہا ہوں اسے ختم کرلوں تو

نماز پڑھ لوں گا۔ یا وہ کام تو نہیں کر رہا مگر دوستوں کی مجلس میں بیٹھا باتیں کر رہا ہے اور خیال کرتا ہے کہ اس مجلس کو چھوڑ کر کیا جانا ہے پھر پڑھ لوں گا تو اس قسم کے حالات کے ماتحت نماز کو ترک کرنے والا ہرگز مؤمن کہلانے کا مستحق نہیں۔ ہاں اس کے بعد اگر اس کے دل میں ندامت محسوس ہو، حسرت پیدا ہو اور وہ سچے دل سے توبہ کر کے خدا تعالیٰ کے حضور عرض کرے کہ میرا ایمان ضائع ہو چکا، میں اسلام سے نکل گیا مگر اب دوبارہ داخل ہوتا ہوں تو پھر وہ دوبارہ داخلِ اسلام سمجھا جائے گا لیکن اس کی پہلی حالت غیر مؤمن کی سمجھی جائے گی مگر نماز کی اس اہمیت کا احساس بھی ابھی ہماری جماعت میں پیدا نہیں ہؤا، گو میں سمجھتا ہوں کہ اکثر دوست ایسے ہیں جن کے دلوں میں یہ احساس ہے کیونکہ غیر لوگ جو طرح طرح کے اعتراضات احمدیوں پر کرتے رہتے ہیں وہ یہ اعتراض نہیں کرتے کہ یہ نماز نہیں پڑھتے بلکہ اکثر معترض تسلیم کرتے ہیں کہ نمازیں تو یہ ضرور پڑھتے ہیں مگر ہیں کافر۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بیرونی احمدیوں کے متعلق لوگوں کا یہی تجربہ ہے کہ وہ نمازیں پڑھتے ہیں۔ ورنہ جہاں دشمن اور اعتراض کرتے ہیں وہاں یہ بھی ضرور کرتے۔

احمدیوں کے معاملات کی خرابی کے متعلق اعتراضات میں نے سُنے ہیں۔ کسی ایک احمدی نے کسی کے ساتھ بدمعاملگی کی تو وہ ساری جماعت کو ہی بدمعاملہ قرار دے دیتا ہے یا کسی نے جھوٹ بول دیا تو لوگ کہہ دیتے ہیں کہ احمدی جھوٹ بولتے ہیں لیکن یہ اعتراض نہیں کرتے کہ احمدی نماز نہیں پڑھتے۔ ناواقفی سے یا جھوٹ بول کر بعض لوگ یہ تو کہہ دیتے ہیں کہ قادیان کی طرف مُنہ کر کے نماز پڑھتے ہیں مگر نماز نہ پڑھنے کی کوئی شکایت نہیں کرتا بلکہ عام طور پر یہی کہا جاتا ہے کہ احمدی نمازی ہوتے ہیں۔ ابھی تھوڑے ہی دن ہوئے میرے ایک عزیز کے متعلق ایک دوست نے لکھا کہ ایک جگہ بعض افسروں میں یہ ذکر ہو رہا تھا کہ فلاں نوجوان ہے مگر داڑھی رکھی ہوئی ہے۔ ایک افسر نے کہا کہ یہ قادیان کا ہے اور پھر میرے ساتھ اس کا رشتہ بتایا اس پر ایک افسر نے کہا کہ اصل بات یہ ہے کہ جب کوئی نوجوان داڑھی رکھتا ہے تو میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ یہ یا تو یوپی سے آیا ہے اور یا پھر قادیانی ہے۔ پھر اس نے ایک لمبی تقریر کی اور کہا کہ قادیانی لوگ نمازیں باقاعدہ پڑھتے ہیں، دین کے دوسرے احکام پر بھی عمل کرتے ہیں مگر

افسوس کہ ہیں دین سے خارج اور کافر حالانکہ اس آخری فقرہ کے کہہ دینے سے کیا ہوتا ہے۔ یہ تو ایسی ہی بات ہے کہ کوئی شخص کہے کہ سورج کی ٹکیا تو سر پر نظر آتی ہے، دھوپ بھی نکلی ہوئی ہے، گرمی بھی محسوس ہوتی ہے، تاریکی کا کہیں نام نہیں مگر عجیب بات ہے کہ ہے ابھی رات۔ ظاہر ہے کہ ایسے شخص کے مُنہ سے صرف یہ کہہ دینے سے کہ ابھی رات ہے کون مانتا ہے کہ یہ سچ کہہ رہا ہے یہ بات تو کوئی شخص سارا دن کہتا رہے پھر بھی کوئی نہیں مانے گا۔ تو احمدیوں میں نماز کا اللہ تعالیٰ کے فضل سے کافی حد تک احساس ہے مگر ابھی کچھ لوگ ایسے ہیں جو نماز کے نیم تارک ہیں اپنے نزدیک اور کلّی تارک ہیں میرے نزدیک کیونکہ جیسا کہ میں نے بتایا ہے میرا عقیدہ یہی ہے کہ جو شخص ایک نماز بھی جان بوجھ کر ساری عمر میں چھوڑتا ہے وہ کافر ہے۔ چاہے وہ دس سال یا بیس سال مسلسل نمازیں پڑھنے کے بعد ہی کیوں نہ ایک نماز چھوڑے اور اپنے دل میں یہ سمجھ رہا ہو کہ میں نمازی ہوں میرے نزدیک ایسا شخص بالکل احمق ہے۔

نماز کی مثال بالکل ایسی ہی ہے جیسے بعض لوگ بٹیرے پکڑتے ہیں اور پکڑنے کے بعد جو بٹیروں کے شکاری ہوتے ہیں وہ ان کو پنجروں میں بند رکھتے ہیں۔ جب اس پنجرہ کا دروازہ کھل جائے اور ان میں سے ایک کو نکلنے کا موقع ملے تو باقی بھی سب نکل جائیں گے۔ یہی حال نماز کا ہے، ایک نماز کے نکل جانے کا یہ مطلب ہے کہ دل کی کھڑکی کھلی رہ گئی اور جب ایک کو نکلنے کا موقع ملا تو سب پُھر کر کے نکل جائیں گے جس دن دروازہ کھلا رہ گیا اس دن یہ خیال کرنا کہ صرف ایک ہی نماز گئی ہے باقی سب موجود ہیں بالکل احمقانہ خیال ہے اسی دن سب اُڑ جائیں گی اور واپس نہیں آسکیں گی۔ ہاں توبہ ان کو واپس لاسکتی ہے۔ بٹیرے تو نکل جانے کے بعد بعض اوقات پکڑے بھی جاتے ہیں مگر نماز جب ایک گئی سب جائیں گی اور پھر خدا تعالیٰ ہی واپس دے تو آسکتی ہیں ورنہ نہیں اور اگر انسان صدقِ دل سے توبہ کرے تو خدا تعالیٰ واپس دے دیتا ہے بغیر توبہ کئے واپس نہیں آسکتیں۔ تو نماز ایک نہایت اہم چیز ہے اور اس لئے ہمارے نزدیک مساجد بہت زیادہ اہم ہونی چاہئیں۔ بعض لوگوں نے مسجدیں نمائش کے لئے بنائی ہیں اور آج وہ اسی کام آرہی ہیں۔ میں نے دیکھا ہے کہ چھ سات فٹ کی نہایت چھوٹی گلیوں میں ایک مسجد گلی کے ایک طرف ہے اور دوسری دوسری طرف حالانکہ جہاں تک اذان کی آواز جائے

دوسری مسجد نہیں ہونی چاہئے سوائے اس کے کہ دوسرے حصہ کے لوگوں کے لئے ہو مگر لوگ یہ دیکھتے ہیں کہ ہمارے فلاں رشتہ دار نے مسجد بنائی ہے تو ہم کیوں نہ بنائیں اور ایسی نمائشی مسجد پہلی مسجد کے پاس ہی بنے تو ان کی غرض پوری ہوتی ہے اس لئے اپنا مکان گرا کر وہاں مسجد بنا دیتے ہیں مگر یہ دکھاوے کی مسجدیں ہیں، اخلاص سے بنائی ہوئی مسجدیں بہت کم ہیں اور آباد بھی ایسی ہی مسجدیں رہتی ہیں جو اخلاص سے بنائی جائیں۔ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰہ اور ایسی مسجدیں بہت تھوڑی ہیں ان میں سے جامع مسجد دہلی کی میں نے یہ خصوصیت دیکھی ہے گو اس کی پہلی شان وشوکت تو مٹ چکی ہے مگر جب بھی مجھے وہاں جانے کا اتفاق ہؤا وہاں چہل پہل ضرور دیکھی ہے اور باقی مساجد سے زیادہ لوگ وہاں نماز پڑھتے ہیں اور لوگوں کی رغبت زیادہ نظر آتی ہے۔ خاص دنوں میں تو رونق بہت زیادہ ہوتی ہے مگر عام طور پر بھی اچھی رونق ہوتی ہے۔ گو شاہجہاں جس نے وہ مسجد بنائی کوئی مذہبی آدمی نہ تھا مگر معلوم ہوتا ہے مسجد بنانے کے وقت اس میں ریاء نہیں تھا اور اس نے اسی خیال سے اسے بنوایا کہ میں نے گناہ بہت کئے ہیں شاید یہی میری بخشش کا باعث ہو جائے کیونکہ اتنا لمبا عرصہ گزر گیا مسلمانوں میں نماز کی عادت بھی نہ رہی مگر آج تک اس میں کثرت سے نمازیں پڑھی جاتی ہیں۔

میں ذکر کر رہا تھا کہ نماز ہمارے لئے بہت اہم چیز ہے۔ پس جس جگہ نماز پڑھی جائے وہ بھی ہمارے نزدیک بہت اہم ہونی چاہئے اور یہ مسجد تو الٰہی پیشگوئی کی مصداق ہے جس کا قرآن شریف اور احادیث میں بھی ذکر ہے۔ قرآن کریم میں مسجد اقصیٰ کا ذکر ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس مسجد کو مسجد اقصیٰ قرار دیا ہے اور پیشگوئیوں سے بھی صاف پتہ لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو مسیح موعود آنے والا ہے وہ اسی کے قریب پیدا ہوگا اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے ماتحت ان پیشگوئیوں کو پورا کرنے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ منارہ تعمیر کرایا کیونکہ احادیث کی پیشگوئیوں کے مطابق مسیح موعود نے سفید منارہ کے قریب یا اس کے مشرق میں اُترنا تھا[1] اور یہی وہ منارہ ہے جس کے مشرق میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مکان ہے

پس یہ مسجد خاص اہمیت رکھتی ہے اور اس کی وسعت اور آبادی کے لئے جتنی بھی ہم کوشش کریں

کم ہے اور اس اجتماع سے آج ایک یہ فائدہ ہو گیا ہے کہ دوستوں کو یہ دیکھنے کا موقع مل گیا ہے۔ باقی مساجد کے متعلق تو یہ بھی احتمال ہوتا ہے کہ معلوم نہیں کب تک ان کی آبادی رہے لیکن یہ تو پیشگوئیوں کے ماتحت ہے اور جس طرح خانہ کعبہ کے متعلق یہ کبھی خیال نہیں کیا جا سکتا کہ وہ کبھی غیر آباد ہو اسی طرح اس کے متعلق بھی یہ خیال نہیں کیا جا سکتا کہ کبھی اس کی آبادی میں فرق آ جائے گا اور اس طرح جن لوگوں کا روپیہ اس کی تعمیر پر خرچ ہو گا وہ دائمی ثواب کے مستحق ہوں گے اور اس طرح یہ خاص طور پر ثواب حاصل کرنے کا موقع ہے اور موجودہ ضرورت کے لئے تو چند ہزار روپیہ بھی کافی تھا اس لئے کوئی وجہ نہ تھی کہ اس میں کمی رہ جاتی اور عمارت بیچ ہی میں چھوڑنی پڑتی۔

میرا خیال ہے کہ کارکنوں نے اس بات کو اچھی طرح جماعت کے سامنے رکھا نہیں کہ یہ ایک دائمی ثواب حاصل کرنے کا موقع ہے اور اس میں جو ایک پیسہ بھی لگایا جائے گا وہ قیامت تک کے لئے ثواب کا موجب ہو گا۔ باقی کسی مسجد میں دس ہزار روپیہ لگا کر بھی کوئی شخص یہ یقینی طور پر نہیں کہہ سکتا کہ اس سے بنی ہوئی مسجد میں ہمیشہ خدا تعالیٰ کی عبادت ہوتی رہے گی۔ بعض مساجد کو دشمن مٹا دیتے ہیں۔ لوگ اس جگہ مکان بنا لیتے ہیں مگر یہ مسجد جسے خدا تعالیٰ کے حکم کے ماتحت اہمیت دی گئی اور جس کے ساتھ للّٰہی تعلق رکھنے والی ایک ایسی جماعت ہے جس کے متعلق خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اسے تمام دنیا میں غلبہ حاصل ہو گا اور جس کی تعداد آج لاکھوں ہے مگر کسی وقت کروڑوں اور اربوں ہو گی اور جو اپنے خون کا آخری قطرہ اس کی حفاظت کے لئے گرا دینے پر ہمیشہ تیار رہے گی۔ آج بھی گو ہم کمزور ہیں مگر کوئی طاقت ور سے طاقت ور حکومت بھی بغیر اس کے کہ اس کا دل دھڑکے یہ خیال بھی نہیں کر سکتی کہ اس کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھے۔ احمدی جماعت کا بچہ بچہ قربان ہو جائے گا مگر اس مسجد کی تقدیس میں فرق نہ آنے دے گا اور کبھی وہ زمانہ آنے والا ہے کہ کوئی غیر مسلم حکومت بھی اس علاقہ پر اگر حملہ کرنے لگے گی تو اس سے پہلے یہ اعلان کرنا پڑیگا کہ جماعت احمدیہ کے جذبات کا پورا پورا خیال رکھا جائے گا اور ایسے اعلان کے بغیر اسے علاقہ کی طرف بڑھنے کی جرأت نہ ہو گی۔

بچپن میں بوڑھی عورتیں قصے سنایا کرتی تھیں جن میں سے ایک فقرہ مجھے اب تک یاد ہے کہ

کوئی دیو کسی پر خوش ہو گیا اور اس نے کہا کہ میں آج ''ٹھٹھا'' ہؤا ہوں مانگ جو مانگتا ہے مجھے یہی لفظ یاد ہے گو ممکن ہے بوجہ اس کے کہ میں ٹھیٹھ پنجابی نہیں جانتا اس کے تلفظ میں کوئی غلطی ہو مگر جہاں تک مجھے یاد ہے یہی لفظ تھا، قربانی کا یہ موقع بھی ایسا ہی ہے آج اللہ تعالیٰ کے متعلق بھی کہا جا سکتا ہے کہ وہ انعام دینے پر تُلا ہوا ہے۔ جو مانگنا چاہے مانگ لے اور ایسی حالت میں کوئی بے وقوف یا ناواقف ہی ہوگا جو مانگنے میں کوتاہی کرے۔ یہ تو ایسا موقع ہے کہ پیسہ پیسہ دے کر بھی لوگ بڑے ثواب میں شامل ہو سکتے ہیں بسا اوقات لوگ اس لئے محروم رہ جاتے ہیں کہ وہ سمجھتے ہیں کہ سینکڑوں، ہزاروں روپے ہوں تبھی شمولیت ممکن ہے حالانکہ ایسے چندوں کے لئے کوئی حد بندی نہیں ہوتی۔ بے شک بعض تحریکوں میں حد بندی ہوتی ہے۔ جیسے تحریک جدید میں بعض مصلحتوں کے ماتحت میں نے پانچ یا دس روپیہ کی حد بندی کی ہے مگر اس کے لئے کوئی حد بندی نہیں اور اس میں غریب سے غریب آدمی بھی حصہ لے سکتا ہے حتّٰی کہ ایک اپاہج اور لُولا لنگڑا آدمی بھی اپنی بچی ہوئی روٹی کا ٹکڑا بھی دے سکتا ہے کہ اسے بیچ کر خرچ کر لیا جائے۔ اور ہم اس کے لینے سے انکار نہیں کر سکتے یہ ایک غلطی ہے کہ لوگ خیال کر لیتے ہیں کہ سینکڑوں، ہزاروں روپے دیکر ہی شمولیت کی جا سکتی ہے اگر پیسہ پیسہ بھی دیا جائے تو ثواب میں شمولیت ہو سکتی ہے۔ پس بجائے اس کے کہ اس مسجد کی تعمیر اس لئے رُکی رہے کہ روپیہ نہیں یہ ایسا اہم کام ہے کہ چاہئے اس کے لئے فنڈ ہمیشہ جمع رہے تا جب بھی موقع ملے اس کو اور زیادہ وسیع کیا جا سکے۔ یہ مسجد تو انشاء اللہ دنیا میں تیسرے نمبر پر شمار ہوگی اول خانہ کعبہ دوم مسجد نبوی اور سوم یہ مسجد ہوگی اور اس لحاظ سے اس کی وسعت کا بھی خیال رکھنا چاہئے تا جب اس میں ہزاروں لاکھوں لوگ نماز پڑھنے کے لئے آئیں تو بھی یہ مسجد ان کے لئے کافی ہو اور میں سمجھتا ہوں کہ ہر احمدی اس ثواب میں اپنا حق لینے کی کوشش کرے گا اور جو چاہے وہ پیسہ دو پیسہ دے کر بھی مدد کر سکتا ہے۔

قادیان کی آبادی اس وقت دس ہزار کے قریب ہے جس میں سے قریباً آٹھ ہزار احمدی ہیں اور اگر ایک آنہ فی کس بھی سمجھا جائے تو پانسو روپیہ تو فوراً یہاں سے ہی مل سکتا ہے اس لئے میرے نزدیک کوئی وجہ نہیں کہ اس عمارت کو روکا جائے۔ کارکنوں نے معلوم ہوتا ہے اس بات کو اچھی طرح جماعت کے سامنے پیش نہیں کیا اگر وہ کرتے تو کوئی وجہ نہ تھی کہ روپیہ کافی نہ آجاتا۔

اگر ایک شاعر نے اپنے شعروں سے ایک تاجر کی کالی اوڑھنیاں بکوا دی تھیں تو اس الٰہی وعدہ والی مسجد کے لئے روپیہ فراہم کرنا کیا مشکل کام ہے۔ کہتے ہیں کسی شخص کو مالی تنگی تھی اور روپیہ ملنے میں دقت پیش آرہی تھی ایک شاعر نے جو اس کا دوست تھا اس سے کہا کہ تم شہر کی سب کالی اوڑھنیاں خرید لو۔ جب وہ خرید چکا تو اس شاعر نے کچھ شعر کہہ دیئے جن میں کالی اوڑھنی کی تعریف کردی شاعر مشہور تھا جب اس کی طرف سے کالی اوڑھنیوں کی تعریف ہوئی تو عورتوں کی طرف سے کالی اوڑھنیوں کے لئے مطالبات ہونے لگے اور اس طرح ان کی قیمت بڑھ گئی اور اس نے ہزاروں روپیہ کما لیا۔ پس جب ایک شاعر نے کالی اوڑھنیوں کی تعریف کرکے اپنے دوست کے لئے روپیہ جمع کروا دیا تو میں کس طرح مان لوں کہ ہمارے کارکنوں نے اس مسجد کی اہمیت کو دوستوں پر ظاہر کیا ہوتا تو روپیہ جمع نہ ہوتا۔ بڑے آدمی تو الگ رہے میں سمجھتا ہوں اگر صحیح طور پر جماعت کے سامنے اس بات کو پیش کیا جاتا تو پندرہ سال تک کے بچے بھی اسے پورا کرسکتے تھے اور اس وجہ سے میرا آج یہاں خطبہ پڑھنا مفید ہوگیا ہے کہ یہ حالات میرے سامنے بھی اور جماعت کے سامنے بھی آگئے ہیں۔

اس کے بعد میں دوستوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ آپ لوگ جلسہ سالانہ میں شمولیت کے لئے تشریف لائے ہیں جو انشاء اللہ دو روز کے بعد شروع ہوگا۔ یہ جلسہ جیسا کہ بار بار جماعت کے سامنے پیش کیا جاچکا ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ کے الہام اور حکم کے ماتحت قائم کیا ہے اور اس لحاظ سے دنیا کے تمام جلسوں میں منفرد حیثیت رکھتا ہے۔ یہ جلسہ خالص مذہبی اغراض کے ماتحت ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے کلمہ اور شان کو بلند کرنے کے لئے ہر قسم کے مسائل پر اس میں تقریریں ہوتی ہیں اور اس میں شمولیت کے لئے آنے والے ہر قسم کی دُنیوی اغراض کو پیچھے ڈال کر یہاں آتے ہیں۔ یہاں کوئی تجارت نہیں ہوتی سوائے اس کے کہ کسی نے پیسہ پیسہ کی کوئی کتاب بیچ لی اور چند پیسے کما لئے۔ یہ کوئی تجارت نہیں اتنے پیسے تو آدمی مانگ کر بھی لے لیتا ہے۔ اس کے سوا یہاں دنیوی لحاظ سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا اور جو لوگ اپنے گھروں میں آرام و آسائش کے ساتھ رہتے ہیں وہ بھی یہاں آکر ایسی تکلیف اٹھاتے ہیں جو گھروں میں عام آدمی بھی برداشت نہیں کرسکتے۔ یہاں بیشتر حصہ کو کھوری یا کسیر ملتی ہے جس پر انہیں سونا پڑتا ہے۔

جگہ کی تنگی کی یہ حالت ہوتی ہے کہ بعض دفعہ کمروں میں اس طرح آدمی ٹھونسے ہوئے ہوتے ہیں۔جس طرح ڈبے میں مرغیاں۔ مجھے ایک دفعہ کسی غرض سے سیالکوٹ کی جماعت کے کمرے میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک جانا پڑا اور اتنے میں ہی مجھے یوں محسوس ہونے لگا کہ گویا میرے پاؤں جل کر گوشت اتر جائے گا باوجودیکہ شدید سردی کے دن تھے۔آج کل کتنی سخت سردی پڑ رہی ہے آج ہی خبر آئی ہے کہ انگلستان میں نو آدمی سردی کی وجہ سے مر گئے اور گو ہندوستان میں اتنی سردی تو نہیں ہوتی مگر پھر بھی بہت کافی ہوتی ہے لیکن جن کمروں میں لوگ سوئے ہوتے ہیں ان میں ان کی سانسوں کی وجہ سے اتنی گرمی پیدا ہو جاتی ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ تنور ہے کمرہ نہیں۔ عام حالتوں میں ان باتوں کی برداشت انسان کیسے کرسکتا ہے۔ پھر جو کھانا ملتا ہے وہ بھی ظاہر ہے میں منتظمین کی برائی نہیں کرتا۔ وہ تو رات دن ایک کر کے انتظام کرتے ہیں اور ان کی حالت دیکھ کر ان پر رشک آتا ہے کہ وہ یہ ہفتہ کس طرح تکلیف سے گزارتے ہیں۔رات دن کام میں لگے رہتے ہیں اور پتہ نہیں کس وقت سوتے ہیں۔

یہ سب تکلیف وہ خدا تعالیٰ کی رضا کے لئے برداشت کرتے ہیں لیکن پھر بھی ان کی کوشش وسعی، محنت، جفاکشی اور نیک نیتی کے باوجود جو کھانا تیار ہوتا ہے وہ ایسا ہوتا ہے کہ عام طور پر گھر میں لوگ اس کے قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ پھر اتنی بڑی جماعت جو ہر قوم اور ہر ملک وصوبہ کے لوگوں پر مشتمل ہو اسے خوش کرنا کتنا مشکل ہے۔بعض ایسے علاقوں کے ہوتے ہیں جو گائے کے گوشت کے بغیر کھانا کھاتے ہی نہیں اور ان کے ہاں اگر کوئی بکرے کا گوشت لینے جارہا ہو تو بڑی فکرمندی کے ساتھ اس سے دریافت کرتے ہیں کہ کیوں خیر ہے گھر میں کوئی بیمار تو نہیں جو آپ بکرے کا گوشت خریدنے جارہے ہیں لیکن بعض علاقوں میں گائے کے گوشت سے اتنا شدید پرہیز کیا جاتا ہے جتنا سؤر کے گوشت سے۔خاص کر ہندوریاستوں کے باشندے تو اس سے بہت پرہیز کرتے ہیں اور اگر ان کو شک بھی ہو جائے کہ گائے کا گوشت کھایا گیا ہے تو خیالی طور پر ہی اتنا نفخ ہو جاتا ہے کہ سانس لینا مشکل ہو جاتا ہے کیونکہ وہ اس کے عادی نہیں ہوتے ان کو یہ وہم ہوتا ہے کہ گائے کا گوشت نفاخ ہے ادھر کھایا اور ادھر پیٹ پھولنا شروع ہؤا۔

پھر ہمارے مہمانوں میں وہ لوگ بھی ہوتے ہیں جو چاول کے بغیر گزارہ نہیں کر سکتے ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جنہوں نے سارا سال گھر میں دال کی شکل بھی نہیں دیکھی ہوتی بلکہ جن کے نوکر بھی دال نہیں کھاتے۔ اس کے علاوہ دیہات کے لوگ گھر کا خالص گھی کھانے کے عادی ہوتے ہیں اور بازاری گھی کھانے سے فوراً ان کا گلا خراب اور کھانسی شروع ہو جاتی ہے اور پھر ایسے علاقوں کے بھی لوگ ہوتے ہیں جو تیل کھانے کے عادی ہیں اور جب گھی کھاتے ہیں تو ان کا گلا خراب ہو جاتا ہے یو۔ پی اور بہار وغیرہ میں تیل کا استعمال زیادہ ہوتا ہے۔ مجھے یاد ہے زمانہ طالب علمی میں ان علاقوں کے طلباء یہاں پڑھا کرتے تھے وہ بعض اوقات کھانستے ہوئے آتے اور کھانسی کی وجہ یہ بتاتے کہ گھی کھانے سے ہوگئی ہے لیکن کچھ عرصہ یہاں رہ کر ان کو گھی کی عادت ہو جاتی ہے اور جب رخصتوں میں پھر گھر جا کر تیل کھانا پڑتا تو پھر اس سے کھانسی ہو جاتی اور ظاہر ہے کہ اتنے طبقوں اور اتنی نوعیت کے لوگوں کو کون خوش کرسکتا ہے اور کس طرح کرسکتا ہے جو مخلص یہاں آتے ہیں ان کو خوش کرنے کا تو سوال ہی نہیں ہوتا۔ ان کو تو یہاں کا کوئی آدمی چیں بجبیں ہو کر بھی دیکھے تو وہ اس پر بھی مسکراتے ہیں کہ یہ چیں بجبیں بھی قادیان کی ہے اور اس لئے ان کو خوش کرنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا لیکن ان کی عادتوں یا صحت کی کمزوری کی وجہ سے جو تکلیف ہوتی ہے اس کو کون دور کرسکتا ہے۔ جہاں تک تو خوشی کا تعلق ہے وہ ہر چیز کھانے کے لئے تیار ہوتے ہیں اور ایسا مزہ لے لے کر کھا سکتے ہیں کہ گویا دنیا جہاں کی نعمتیں حاصل ہوگئیں مگر ان سے وہ بعد میں اگر بیمار ہو جائیں تو اس میں تو ان کا کوئی قصور نہیں۔

تو ایسی مشکلات میں یہ جلسہ ہوتا ہے اور ان سب کے باوجود اس لئے لوگ یہاں آتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو خوش کریں مگر کئی ہیں جو عدم علم اور ناواقفی کی وجہ سے ان ایام سے پورا فائدہ نہیں اٹھا سکتے حالانکہ جتنی قربانی کسی چیز کے لئے کی جائے اتنی ہی اس کی قدر ہونی چاہئے اس لئے میں دوستوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ ان دنوں کو نمازوں، دعاؤں اور ذکر الٰہی میں صرف کریں، جماعتیں باہمی ملاقاتوں میں صرف کریں۔ یہ ایسا موقع ہوتا ہے جب باہمی واقفیت آسانی سے پیدا ہوسکتی ہے۔ اسلام اور احمدیت نے (کہ یہی حقیقی اسلام ہے) اب جس قسم کی مساوات کو قائم کرنا ہے وہ باہم کثیر تعارف اور ایک دوسرے سے زیادہ سے زیادہ واقفیت کے بغیر نہیں

ہوسکتی۔ وہ حدِّ فاصل جو اس وقت مختلف طبقات اور مختلف ممالک کے لوگوں کے درمیان قائم ہے جب تک اسے دور نہ کیا جائے کامیابی محال ہے اور اسے دور کرنے کا ذریعہ یہی ہے کہ کثرت سے ایک دوسرے سے ملاقاتیں کی جائیں تا کہ آہستہ آہستہ پنجابی، بنگالی، بہاری، مدراسی اور پھر ہندوستانی، چینی، جاپانی، انگریز اور مصری کا امتیاز مٹ کر سب ایسے ہی انسان نظر آنے لگیں جیسا خدا تعالیٰ نے ان کو بنایا ہے اللہ تعالیٰ نے تو ہم سب کو انسان ہی پیدا کیا ہے آگے انگریز، اور ہندی اور چینی وغیرہ کا فرق تو انسان نے خود بنالیا ہے اور ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ پھر اسی طرح کے انسان بن جائیں جیسا کہ خدا تعالیٰ نے بنایا ہے اور اس وقت باہمی بُعد پیدا ہوکر جو غیریت نظر آتی ہے وہ مٹ جائے۔ بے شک ابتداء میں ملاقات ہوتو بجائے محبت کے ایک قسم کا تنفر ہوتا ہے مگر وہ آہستہ آہستہ ملتے رہنے سے دور ہو جاتا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کوئی جنگلی طوطا یا بے سدھا گھوڑا لایا جائے تو پہلے پہل وہ خوب شور کرتا ہے مگر آہستہ آہستہ وہی طوطا ہاتھ پر کھانا کھانے لگتا ہے اور گھوڑا سواری کے کام آتا ہے۔ پس ان امتیازات کو مٹانے کے لئے ضروری ہے کہ باہم ملاقاتیں کی جائیں۔ اس میں شک نہیں کہ کچھ نہ کچھ اختلافات تو رہتے ہیں مگر یہ ایسے اختلاف ہوتے ہیں جن کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اِخْتِلَافُ اُمَّتِیْ رَحْمَۃٌ [2] لیکن جب یہ اختلافات لڑائی کا موجب ہو جائیں تو سمجھ لو کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک اُمت سے نکل گئے۔

پس ان ایام کو زیادہ سے زیادہ عمدہ کاموں میں صرف کرو سلسلہ کی مشکلات کو دیکھو۔ ناظروں کو چاہئے کہ ان ایام میں اپنے اوقات کو زیادہ سے زیادہ فارغ رکھیں اور کثرت سے ملاقاتیں کریں، دوستوں سے مشورے کریں، ان کے سامنے اپنی مشکلات رکھیں اور دوست دیکھیں کہ وہ سلسلہ کے کاموں میں کہاں تک مدد کر سکتے ہیں اور اس طرح یہ ایام ناظروں کی کانفرنس کے ایام ہونے چاہئیں مگر شاید کارکنوں کی کمی یا اپنی بزدلی کی وجہ سے وہ ایسا کرتے نہیں۔ بزدلی کی وجہ سے میں نے اس لئے کہا ہے کہ بعض ناداں کہہ دیا کرتے ہیں کہ ناظر خود تو کوئی کام کرتے نہیں دوسروں سے ہی لیتے ہیں اور اس لئے وہ بھی یہ خیال کرتے ہیں کہ اگر ہم کام کرنے میں دوسروں کے ساتھ شریک نہ ہوئے تو لوگ اعتراض کریں گے اور اس لئے

ایسے بیوقوفوں کی وجہ سے وہ زیادہ ضروری کام چھوڑ دیتے ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہونا چاہئے ایسے بے وقوف تو ہمیشہ ہوتے آئے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی تھے اور آپ سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں بھی تھے اور ہمیشہ باقی رہیں گے۔ جس طرح پاگلوں کو دنیا سے نہیں مٹایا جاسکتا ایسے لوگوں کا مٹایا جانا بھی ناممکن ہے اور اس لئے کہ ایسے بے وقوف اعتراض نہ کریں ناظروں کو بہتر کام چھوڑ کر اپنے لئے نسبتاً معمولی کام تجویز نہیں کرنا چاہئے۔ اس وقت تک وہ ایسا نہیں کرتے رہے اس کی وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ خیال نہ آیا ہو اور یہ بھی کہ کام کے لئے آدمی نہ مل سکتے ہوں لیکن اب ایسا کرنے کی کوشش انہیں کرنی چاہیے۔

جو دوست باہر سے آتے ہیں انہیں بھی چاہئے کہ دفاتر میں جا جا کر ناظروں سے ملیں اور دیکھیں کہ کام کس طرح ہو رہا ہے، کام کی نوعیت کیا ہے، عملہ کتنا ہے اگر دوستوں کو یہ علم ہو کہ کام زیادہ اور کارکن تھوڑے ہیں تو ان کے دل میں یہ تحریک ہوسکتی ہے کہ پنشن لے کر یہاں آئیں اور کام کریں۔ اس کے علاوہ بعض وسوسے بھی دور ہو سکتے ہیں۔ بعض لوگوں کو شکایت ہوتی ہے کہ ہم نے فلاں کام کہا تھا مگر وہ اب تک نہیں ہوٴا اور حالات کو دیکھ کر ان کا شکوہ دور ہوسکتا ہے اور ناظروں کو بھی چاہئے کہ دن رات کا زیادہ سے زیادہ حصہ ملاقاتوں کے لئے فارغ رکھیں۔ اگر اس کے ساتھ اور کام بھی وہ اپنے ذمہ رکھیں گے تو نتیجہ یہ ہوگا کہ طبیعت میں چِڑ چڑاپَن پیدا ہو جائے گا۔ اگر کوئی کہے کہ ایسا نہیں ہوسکتا تو میں اس بات کو صحیح ماننے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ ایسے حالات میں چِڑ چڑاپن پیدا ہونا ضروری ہے۔ ایک شخص آ کر بات کرے گا یہ اسے مختصر جواب دیں گے وہ اس کی مزید وضاحت چاہے گا اور یہ کثرت کار کی وجہ سے یہ کہہ دیں گے کہ آپ تو خواہ مخواہ مغز چاٹ رہے ہیں اور وہ ناراض ہو کر چلا جائے گا۔ پس چاہئے کہ ناظر دس بارہ گھنٹہ ضرور اپنے دفاتر میں بیٹھے رہیں اور دوستوں کو دعوت دیں کہ آئیں اور ان سے ملاقاتیں کریں اور اس طرح رات دن کانفرنس میں شریک رہیں ان کو اپنی مشکلات بتائیں تا ان کے اندر زیادہ سے زیادہ تعاون کی روح پیدا ہو۔ پس میں امید کرتا ہوں کہ دوست ان ایام سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں گے اور ناظر بھی ایسے رنگ میں اپنے اوقات صَرف کریں گے جو جماعت کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچانے کا موجب ہوسکیں۔

مگر چونکہ سب کام اللہ تعالیٰ ہی کرتا ہے میں اس سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہم میں سے ہر ایک کو اس رنگ میں کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے جو اس کے نزدیک زیادہ مناسب اور بہتر ہو اور ہمارے قلوب سے ایسے خیالات جو مختلف قوموں اور طبقوں میں جھگڑے پیدا کر دیتے ہیں نکال دے۔ ہمارے اندر اتحاد اور یک جہتی پیدا کر دے اور ہم سب کا ایک ہی مقصود اور قبلہ ہو یعنی اسلام اور احمدیت کی ترقی اور اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کے تقویٰ کا دلوں میں قائم ہونا۔''

(الفضل ۱۰؍جنوری ۱۹۳۹ء)

۱؎ مسلم کتاب الفتن باب ذکر الدجال

۲؎ موضوعات مُلّا علی قاری صفحہ ۷۱ مطبوعہ دہلی ۱۳۴۶ھ